محمد امین عامر، کلکتہ

دیوان خادم بردوانی

اجمالی تعارف

مغربی بنگال میں ضلع بردوان تیموری سلطنت کے عہد میں علم وادب کا ایک قابل ذکر مرکز رہ چکا ہے انیسویں صدی (تیرھویں صدی ہجری) کے علماء ادباء اور شعراء جو اس خطہ سے تعلق رکھتے تھے ان میں منشی محمدی بردوانی کی یگانہ ہستی بھی ہے جو فارسی زبان کے کہنہ مشق شاعر اور بلند پایہ ادیب ونثر نگار تھے۔ تخلص خادم تھا اور غالباً پوری زندگی اتالیق اور معلم کی حیثیت سے فارسی زبان وادب کی خدمت میں بسر کی۔ وہ مہاراجہ مہتاب چند بہادر، والیٔ بردوان کے اتالیق واستاد تھے۔ مہتاب چند کو سابق مہاراجہ تیج چند رائے نے ۱۸۲۷ء میں منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ مہاراجہ تیج چند رائے کی وفات کے بعد ۱۸۳۲ء میں مہاراجہ مہتاب مسند نشین ہوئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانب سے خلعت وانعام سے سرفراز کیے گئے۔ بوقت مسند نشینی ان کی عمر بارہ سال تھی۔ وہ ۴۷ سال تک تخت سلطنت پر متمکن رہنے کے بعد ۱۸۷۹ء میں ملک عدم کو سدھار گئے۔ انہوں نے بردوان میں ایک فری انگلش اسکول قائم کیا اور غرباء کے علاج ومعالجہ کے لئے ایک دواخانہ بھی قائم کیا۔ مہاراجہ کے اسکول میں خادم بردوانی فارسی زبان وادب کے استاد کی حیثیت سے مصروف درس وتدریس رہے۔ وہ خوشنویسی میں بھی مہارت رکھتے تھے اور فرصت کے اوقات میں خط نستعلیق کی مشق سے محظوظ ہوتے تھے۔ خادم، غالب کے ہمعصر تھے اور یہ ان کی خوش نصیبی تھی کہ جب غالب لب گور ہوچکے تھے تو خادم نے دہلی جاکر ان سے ملاقات کی سعادتمندی حاصل کی اور انہیں اپنے اشعار سے

اس قدر محظوظ کیا کہ غالب نے شعر کی زبان میں ان کی اس طرح پذیرائی کی

ع بیا بیا کہ براہ تو چشم وا دارم

منشی محمدی خادم کے فرزند نجم الحق اپنے والد کے سفر دہلی اور غالب سے ملاقات کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔

''در ۱۲۸۱ھ یکبار مہاراجہ مہتاب چند بہادر والی بردوان کہ شاگردشان بودند دعوت شادی مہاراجہ پٹیالہ مع سواران وغیرہ با سامان شایستہ فرستادند بندہ ہم ہمرکاب بود... بعد ازاں علی التواتر دہلی رسیدہ یا یک ماہ اقامت کردند در ان جا از میرزا نوشاہ نواب اسد اللہ خاں غالب بسیاری اتفاق مجالست می افتاد... وہنگام رخصت میفرمودند کہ حجت صاحب دردلم جا کردہ است وبیاض والدم بدست خود گرفتہ می خواندند۔ روزی در اثنای کلمہ کلام گفتند کہ دیشب چیزی کہ وارد طبع شدہ باشد بفرمائید گفتند کہ از ہجرت فرزند ان وعزیزان وطن دل را اضطراری ہامی باشد چہ گویم معہذا شب غزلی گفتہ ام۔ خواندند چون نوبت این شعر افتاد۔

بہر تعظیم خیالش کہ چو آمد زادب

اشکم از دیدہ برون آمدو برخاک نشست

از جا برجستند وبارک اللہ فرمودند مرا یاد است روزیکہ از خدمت شان رخصت شدند چشم پرآب کردہ ہمین شعر خواندند۔

وقت رخصت برخ احباب نتوانست دید

چشم پوشیم ویاران را ودائی میکنم''[۷]

مذکورہ فارسی عبارت سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ خادم نے غالب کے در دولت پہ قیام کے دوران اپنی شاعری سے غالب کو بہت محظوظ کیا جس کی وجہ سے غالب کے دل میں خادم کی بڑی قدر ومنزلت رہی بوقت رخصت چشم پرنم سے اپنے عزیز مہمان کو وداع کرتے ہوئے غالب نے اپنے جن دلی کیفیات اور احساسات کا اظہار کیا ہے اس کا اندازہ موخر الذکر

شعر سے کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد بھی خادم اور غالب کے مابین برابر خط وکتابت اور غزلوں کے تبادلے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ خادم کی خوش بختی تھی کہ ان کی حیات ہی میں ان کے فرزند نجم الحق نے والد کے فارسی دیوان کو ترتیب دیکر خود فارسی مقدمہ کے ساتھ اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جس سے یہ اندازہ لگائے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ خادم کے فرزند کو بھی فارسی زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ خادم کا یہ مکمل دیوان جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے منشی سید عبد الرحیم ابدنعت سو لکھنوی منتظم مطبع شاگرد جناب حکیم حاجی مولوی سید محمد سجاد صاحب موہانی کی مساعی سے مطبع قادریہ واقع کلکتہ پاپو تلہ گلی نمبر ۱۶ سے ۱۳۰۲ ہجری میں اشاعت پذیر ہوا۔ [۳]

ان تمہیدات کے بعد قدرے تفصیل سے دیوان خادم کا تعارف درج ذیل ہے۔

دیوان سے قبل آٹھ صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ ہے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد اس عبارت کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ ''حمد وثنا ی مر خدای راست کہ دریک کن ارض وسما را بیاراست زہے کریمی کہ از خوان نعمت خود ہمہ رائی پر دازد وزہے رحیمی کہ بندگان را باوجود معصیت از مغفرت یادی آرد، صفائش از احاطۂ شمار فزون وقدرتش از حد ادراک بیرون.... الخ'' [۴]

صفحہ ۷ پر ''قطعہ تاریخ دیوان'' کے عنوان سے ایک قطعہ ہے جو دیوان کی تعریف پر مشتمل ہے۔

دیوان چہ خوش است بس ز خادم
کو در معانی اندر ان سفت
طبعم تاریخ او بیکایک
بین بحر معانی است برگفت [۵]

اس قطعۂ تاریخ کا لکھنے والا کون ہے اگرچہ یہ معلوم نہیں مگر یہ بھی بعید از قیاس نہیں

کہ خادم کے فرزند نجم الحق جو فارسی زبان دانی میں کمال رکھتے تھے اور جن کا ذوق شعری سے بھی واسطہ تھا اور مضطر تخلص کرتے تھے انہوں نے ہی مذکورہ قطعہ کہا ہو۔

اس صفحہ ۷ پر ایک اور قطعۂ تاریخ ہے جسے لکھنؤ کے مولوی قاسم علی صاحب نے دیوان خادم کی تعریف وتوصیف میں رقم کیا ہے قطعہ ملاحظہ ہو۔

یکی دفتر بمعنی ہر ورق شد
فصاحتہا چنان دارد باوراق
بقاسم گفت عقلش سال طبعش
چہ خوش دیوان خادم تاج آفاق

صفحہ ۸ پر اردو میں ایک قطعہ ہے جسے سید محمد عبدالرحیم ابدنعت گو لکھنوی نے تحریر کیا ہے۔ وہ حکیم حاجی مولوی سید محمد سجاد کے شاگرد اور مطبع کے منتظم تھے۔ قطعہ یہ ہے۔

عجیب دلچسپ ہے مضمون اس میں
عدیم المثل ہے گفتار خادم
طرب انگیز معنی خیز الفاظ
زہے خادم زہے افکار خادم
لکھو تاریخ انکی اے ابد تم
یہ کیا اچھے چھپے اشعار خادم ہے

۱۳۰۲ھ

آٹھ صفحات پر مشتمل یہ مقدمہ جو علیحدہ سے دیوان خادم میں شامل ہے اپنے تعارف سے ہمکنار ہوا۔ اب اصل دیوان کا تعارف حوالۂ سطر ہے۔ ٹائٹل صفحہ کے علاوہ صفحہ ۲ سے دیوان کی ابتدا کی گئی ہے اور سب سے پہلے ۱۷ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ نظم درج ہے۔

نعت کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

شہہ سریر نبوت محمدؐ عربی
کہ ذات او بجہان است ختم صنع الہ
رہ نجات کسی در جہان کجا یابد
بحشر گر نگدائی لب شفاعت خواہ ے

اس کے بعد صفحہ ۳ پر ''مطلع دوم'' کے عنوان سے ۲۳ اشعار پر مشتمل دوبارہ نعت نبوی کے دریا بہائے گئے ہیں اور رسول اکرمؐ کی تعریف وتوصیف اور عشق نبوی سے بے پناہ عقیدت ومحبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ چند شعر یہ ہیں۔

دلم بشوق روان میشود بنالش
بطوف مرقد تو ہر کہ میرود ای شاہ
بیان مدح تو دیگر مجال نطق کجا
ہمان کہ قصہ دراز آمدہ شب کوتاہ
ہمیں بس است کہ خوانی غلام خادمؔ را
بروز حشر تو از لطف یا رسول اللہ ے

اس کے بعد صفحہ ۵ سے ۲۱ اشعار پر مشتمل بعنوان ''قصیدہ ہذا در مدح سلطان محمد بشیر الدین'' ایک قصیدہ درج ہے جس میں سلطان محمد بشیر الدین کی علم پروری، اس کے عدل وانصاف، اس کی مخلوق نوازی اور اس کے اخلاق وکردار کی حد درجہ تعریف کی گئی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۶ پر ۲۷ اشعار پر مشتمل سندھ کے امیر سلطان حسین علی کی مدح وستائیس میں خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ اس میں سلطان کی فتح وکامرانی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسکے جود وسخا اور رعایا پروری کے گن گائے گئے ہیں۔ ایک قصیدہ صفحہ ۸ پر امیر سید عالی نسب حسین علی سے متعلق ہے جو ۲۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں گرچہ امیر کے جود وسخا کا تذکرہ ضرور ہے مگر شاعر اس کے جود وسخا سے محروم رہا جس کی وجہ سے ''بت ہندوی'' سے تشبیہ دیکر اس کی

بے اعتنائی اور بیوفائی کا شکوہ بہت ہی عالم بیزاری میں کیا ہے جس پر یہ اشعار دال ہیں۔۹

مکن جفا تو دگر ورنہ شکوہ تو برم
بہ شاہزادۂ سندھ سند سکندر ثانی
امیر سید عالی نسب حسین علی
کہ ہست بر سر تو ظل ہمائی یزدانی
دریں قصیدہ نظر کن کہ مختصر گفتم
کہ تا ملال نیابد ترانہ طولانی
بسی امید زالتا فہای تو دارم
ترا سزد کہ مرا بینیاز گردانی
ز بحر مکرمت خود مرا بکن سیراب
کہ قطرہ اش بکند بحر تشنہ عمانی
دو ماہ شد کہ من افتادہ ام دریں غربت
بصد ہزار عناد و بصد پریشانی
روا مدار خدارا تو فقی دیگر
بر آر مطلب من زود کن بآسانی
بس ایں دعا یتو ہردم ہمیکند خادم
کہ تا زمانہ بپا شد تو در جہاں مانی ۱۰

مذکورہ اشارے اسی حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شاعر نے بہت ساری امیدیں وابستہ کرکے سلطان کے در دولت پر حاضری دی تھی مگر نامرادی اور محرومی کے سبب شکوہ گو ہوئے۔

اس کے بعد صفحہ ۱۰ پر بعنوان "قصیدہ ہذا در شکایت روزگار" ایک منظومہ ہے جس

میں زمانے کی بے اعتنائی اور بیوفائی کا گلہ کیا گیا ہے۔ نظم ۲۱ اشعار پر مشتمل ہے مگر اخیر میں شاعر نے انسان کو خود داری، خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کی تعلیم دیتے ہوئے اسے غیر اللہ سے بیزار اور دور رہنے کی نصیحت کی ہے۔ کہتا ہے۔

بہر روزی مروی بہ در ہا ای خردمند صاحب فرہنگ
حق تعالیٰ است رازق و مالک میدہد رزق او بکو رو پلنگ
التجا از کسی مکن ز نہار در دل خود بگر عزت و ننگ
نیست وضع زمانہ قابل دید خادم ایک نشین بگوشہ تنگ ۱۱

مذکورہ اشعار سے شاعر کی توحید پرستی اور شرک وبدعت سے اجتناب کا اظہار ہوتا ہے جس کی ہمت افزائی ہونی لازمی ہے۔

صفحہ ۱۲ پر نواب واجد علی شاہ کی شان میں ایک قصیدہ ہے جو ۲۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ قصیدہ کیا ہے گویا آسمان وزمین کے قلابے ملادیے گئے ہیں۔ لکھنؤ کے معزول نواب جن کی آخری جائے سکونت کلکتہ تھی اس پر یہ شعر دیکھیں۔

خاک پایش گشت ضیا برج ہچو لکھنؤ
کز شرافت خاک او بگذاشت برسر آسمان

صفحہ ۱۳ پر بعنوان "قصیدہ درتہنیت شادی راجہ پٹیالہ" ایک قصیدہ ہے جو پٹیالہ کے راجہ کے جشن شادی کے موقع سے ہے جبکہ قصیدہ کے کل ۳۳ اشعار میں سے ایک شعر بھی شادی کے تعلق سے نہیں ہے بلکہ یہ قصیدہ مسند نشینی کے تعلق سے ہے اور سہواً اسے شادی سے نسبت دیدی گئی ہے۔ پہلا شعر خود ہی اس ابہام کو رفع کرنے کے لئے کافی ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

ز آسمان و زمین شور تہنیت برخاست
کہ جشن صدر نشینی راجہ والا ست

قصیدہ مذکورہ میں راجہ کے جشن صدر نشینی کی عکس کشی نہایت لطیف اور خوبصورت

انداز میں کی گئی ہے اور راجہ کے عدل وانصاف اور اس کے اخلاق و کردار کا برملا اظہار کرتے ہوئے اسے ہدیۂ تحریک سے نوازا گیا ہے۔

ایک قصیدہ سلطان بشیر الدین سے متعلق ہے جو صفحہ ۱۶ سے ۱۹ تک محیط ہے۔ اس میں کل ۵۴ اشعار ہیں۔ صفحہ ۲۰ پر ایک قصیدہ سلطان فخر الدین کی مدح وثنا میں مرقوم ہے جس میں ۲۴ اشعار ہیں۔ اس کے بعد صفحہ ۲۱ سے ۲۳ تک ۲۰ اشعار پر مشتمل ایک غزل ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

ای ز ہجر تو گشتہ ام بیمار
یادم از داروی وصال بہار

پھر صفحہ ۲۳ پر آٹھ اشعار پر مشتمل سلطان محمد بشیر الدین کی تعریف وتوصیف میں ایک قصیدہ درج ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۲۳ سے ۲۶ تک سلطان سے منسوب ایک غزل ہے ایک قصیدہ صفحہ ۲۶ سے ۲۹ تک درج ہے اس میں ۴۲ اشعار ہیں۔ اس قصیدہ میں خواجہ عبدالغنی کو ان کے گھر کسی بچہ کے تولد ہونے پر مبارکبادیاں دی گئی ہیں نیز ان کی تعریف اور عدل وانصاف کا تذکرہ بھی ہے۔ صفحہ ۲۹ پر ایک نظم ہے جس میں ۱۹ اشعار ہیں جو سلطان بشیر الدین محمد کی مدح وثنا میں کہی گئی ہے۔

صفحہ ۳۱ سے اصل دیوان شروع ہے جو صفحہ ۲۲۸ پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ حروف ہجا کے تحت بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ غزلوں کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ دیوان میں کل ۳۶۵ غزلیں ہیں۔ سب سے پہلی غزل کا پہلا شعر یہ ہے۔ ع

الٰہی شور عشق افگن بجان ناتوان ما
کہ چوں نی نالہا خیزد زہر یک استخوان ما

عربی فارسی کے جید اسکالر مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی دیوان خادم کا جامع تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ”دیوان شاہد ہے کہ فارسی زبان جیسے خادم کی گھٹی میں پڑی تھی۔

ہندوستان کے فارسی گوشعرا بالعموم اپنا جو مقام رکھتے ہیں خادم بہ روانی کسی اعتبار سے بھی ان سے کم تر نہیں ہیں۔ دیوان کا بڑا حصہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ قصائد، قطعات اور مثنویاں بھی ملتی ہیں۔ زبان سہل، سلیس اور پاکیزہ اور تکلفات سے پاک صاف۔ خیالات عام روش اگرچہ الگ نہیں تاہم کہیں کہیں بلند پروازی بھی ملتی ہے۔ طرز ادا سنجیدہ اور دلکش ہے۔ غرض پورا دیوان زبان وبیان کے لحاظ سے شاعر کی کہنہ مشقی اور حسن مذاق پر شاید عدل ہے۔ گاہ بگاہ شاعرانہ انانیت زمزمہ پردازی سے باز نہیں آتی لیکن اس میں بھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔'' ۱۲

مولانا موصوف کے اس عالمانہ اور بصیرت افروز تبصرہ کے بعد مجھ جیسے کم مایہ میں یہ جرأت کہاں کہ دیوان خادم پر خامہ فرسائی کروں۔

غزلوں کے اختتام کے بعد صفحہ ۲۲۹ سے ۲۳۱ تک ۱۵ رباعیات درج ہیں۔ پہلی رباعی یہ ہے۔ ع

در دہر نہ از پئی صواب آمدہ ایم
از بہر خطا و خورو خواب آمدہ ایم
در صفحۂ کائنات بیکار و فضول
مانند غرابۂ کتاب آمدہ ایم

صفحہ ۲۳۲ سے ۲۳۳ پر قطعات درج ہیں۔ پہلا قطعہ یہ ہے

شکستہ بادپای چرخ کجرو جدا دست مرابی وجہ بشکست
کسی می نالد از دست غم اما من ایک نالہ دارم از غم دست

صفحہ ۲۳۳ سے ۲۳۶ تک کل ۱۳ مربعات درج ہیں۔ پہلا مربع یہ ہے کہ ع

در عشق نباتی کہ نیست جز رسوای مشہور شدم بہ ہندی وشیدائی
گر نیست وصال آن بت ہر جائی من بعد منم وگوشۂ تنہائی

صفحہ ۲۳۶ سے ۲۳۹ تک مکمل ۱۶ مخمس ہیں۔ پہلا مخمس یہ ہے۔ ع

در ہجر دم بہ دم جانان مراخوش است ہر لحظہ آہ ونالہ وافغان مراخوش است

دیگر کجا بہاروگلستان مراخوش است ایک جنون وسیر بیابان مراخوش است

دیوانہ ام وچاک گریبان مراخوش است

صفحہ ۲۴۰ سے ۲۴۵ تک مختلف شخصیات سے متعلق ۲۰ عدد تاریخی قطعات ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلا قطعہ فرزند حسین سے متعلق ہے جو ایک عالم فاضل شخصیت تھے۔ ۴۷ سال کی عمر میں ان کی وفات ۱۲۷۱ھ میں ہوئی۔

دوسرا قطع بھی ملا محمد یوسف کی تاریخ وفات سے متعلق ہے۔ وہ جوگھریہ کے باشندہ تھے ان کی نیکخوئی اور وفات کا تذکرہ اس قطعہ میں کیا گیا ہے۔

تیسرا قطعہ بھی قاضی رسول بخش کی وفات سے متعلق ہے۔

چوتھا قطعہ غلام علی سے متعلق ہے جو اہل سخن میں سے تھے اور جن کا تخلص آزاد تھا۔

پانچواں قطعہ مولانا نجیب اللہ شہبازی کے بارے میں ہے جنہیں خادم نے اپنا مرشد کہکر پکارا ہے۔ ۱۲۸۰ھ میں ان کی وفات پر یہ قطعہ کہا گیا ہے۔

چھٹا قطعہ تاریخ پیدائش سے متعلق ہے جو مقسوم علی کے یہاں فرزند کی ولادت پر کہا گیا ہے جس میں نوزاد کو مبارکباد پیش کی گئی ہے۔

ساتواں قطعہ بھی حکیم شمس الضحیٰ کے یہاں فرزند تولد ہونے سے متعلق ہے۔

آٹھواں قطعہ بیگم شہزادہ خورشید بخت کے یہاں دختر تولد ہونے پر لکھا گیا ہے۔

نواں قطعہ کسی علی احمد کی وفات سے متعلق ہے اور دسواں قطعہ مولوی انعام حیدر، جو جاہ ومنصب والے تھے، کے یہاں فرزند تولد ہونے سے متعلق ہے۔

گیارھواں قطعہ ایک مسجد کی تاریخ تعمیر سے متعلق ہے جسے بشیر الدین صاحب نے

تعمیر کروایا تھا۔

بارھواں قطعہ میر اصغر کے یہاں تاریخ تولد فرزند سے متعلق ہے جس کی پیدائش بروز جمعرات مورخہ ۶/ جمادی الاول بوقت صبح صادق ہوئی تھی۔

تیرھواں قطعہ بھی تاریخ تعمیر مسجد سے متعلق ہے جسے چاند خان نے بنوایا تھا۔

چودھواں قطعہ ایک اہل دل عارف باللہ بزرگ بنام رضاء اللہ کی وفات سے متعلق ہے۔

پندرھواں قطعہ مولوی شمس الدین مرحوم کی وفات سے متعلق ہے جو شب جمعہ ۱۲۸۶ ہجری کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے تھے۔ مرحوم نہایت متقی پرہیزگار اور پابند شرع فقیہ تھے۔ خادم نے ان کی موت پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔

سولھواں قطعہ اسد اللہ خاں غالب سے متعلق ہے جو خادم کے ہمعصر تھے اور خادم نے ایکبار دلی جاکر ان سے شرف نیاز حاصل کیا تھا۔ انہوں نے غالب سے اپنی بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں 'یکتائے دہر اور ملک سخن کا بادشاہ' کہا ہے۔

سترھواں قطعہ انعام، منعم اور ان کی والدہ کی صحت یابی سے متعلق ہے جنہوں نے بخار کے مرض میں مبتلا رہ کر صحت حاصل کی تھی۔

اٹھارواں قطعہ راجہ مہتاب چند بہادر کے شہر دہلی سے کوچ کرنے پر ہے۔ جنہوں نے ۱۲۸۴ھ کو دہلی سے رخت سفر باندھا تھا۔

انیسواں قطعہ کوئی مسعود نام کی شخصیت پر تاریخ وفات سے متعلق ہے۔

بیسواں اور آخری قطعہ مولوی زین العابدین مرحوم حیدر آبادی کی تاریخ وفات کے تعلق سے ہے۔ مرحوم کو خادم نے اپنا مرشد تسلیم کیا ہے۔ مرحوم حیدر آباد کی عظیم دینی شخصیت تھے۔ دین وملت کی پیشوائی کے علاوہ اپنے زمانہ کے علماء اور فضلاء کبار میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کی وفات ۲۵/ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ کو ہوئی تھی۔ ان کا مزار مقدس مکی میں ہے۔

خادم نے ان کی وفات پر گہرے رنج والم کے ساتھ عقیدت ومحبت کے پھول برسائے ہیں۔ اس کے علاوہ خادم نے علیحدہ سے بعنوان ''در احوال وآثار مولانا مرحوم'' ۲۰ اشعار پر مشتمل ایک منظومہ بھی لکھا ہے جو صفحہ ۲۴۵ پر درج ہے اس میں خادم نے ان کے دینی عالمانہ پہلو کو خوب اجاگر کیا ہے اور ان کی یہ خوش آئند تصویر پیش کی ہے کہ وہ مجتہد اور فقیہ تھے قرآن وسنت کے علم کے علاوہ پابند شریعت۔ توحید پرست اور شرک سے بیزار تھے۔ نہایت عارف وکامل انسان تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا عین مقصد حیات تھا اغنیاء سے بے نیاز تھے اور فقر ان کا لبادہ تھا۔ طواف حرم کے موقع پر انہوں نے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

اس کے بعد صفحہ ۲۴۷ سے ۲۴۸ تک ۱۹ اشعار پر مشتمل ایک مرثیہ ہے جو سید محمود علی مرحوم کی وفات سے متعلق ہے۔ مرحوم خادم کے خاندان کے ایک فرد تھے جو عین عالم شباب میں ۱۲۷۸ھ کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اس جواں مرگی پر خادم اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اور پورے مرثیے کو تاسف اور حسرت کا لبادہ پہنا دیا۔ صفحہ ۲۴۹ سے ۲۵۲ تک ۴۳ اشعار پر مشتمل ''مثنوی سوز وتپ'' کے عنوان سے ایک مثنوی ہے جس میں خادم نے دنیا کی بے ثباتی اور بیوفائی کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی پریشانی کا یوں اظہار کیا ہے کہ مجھے اس دنیا میں کوئی خضر راہ نظر نہیں آتا جو مجھے میرے متاع گم گشتہ تک رہنمائی کردے۔ خادم کا حال اس قدر ابتر ہے کہ ایک دن علی الصباح ان کے ایک دوست جن کا تخلص شمس تھا آکر ان سے ان کا حال دریافت کرتے ہیں تو خادم اپنی بیقراری کا اظہار کرتے ہوئے خود کو واصل حق ہوجانے کی خواہش کرتے ہیں۔

یہ اشعار دیکھیں ع

شمس آمدہ صبح بر سر من

پرسید زحال ابتر من

گفتم کہ منم و بیقرار

بہ آنکہ مرا تپ سپاری
راہ نفسم بسینہ شد تنگ
در شیشہ عمر دہر زد سنگ

غرضیکہ خادم کو اس عالم آب و گل میں جو ناپائیدار ہے اچھا نہیں لگتا اور وہ جلد از جلد یہاں سے رخصت ہوجانا چاہتے ہیں۔ وہ اس دنیوی زندگی کو جہاں رنج وغم کا ہجوم ہے اور جہاں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں قیامت سے تشبیہ دیتے ہیں اور یوں حیات دنیوی سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ ع

ہیہات ہیہات رخت بستہ
مرگ آمدہ روبرو نشستہ
در عمر ندیدہ ام چنین شب
بس روز قیامت است ہر شب
یارب بعطائی خود کہ دانی
بخش از سر نو تو زندگانی

مثنوی کی ابتدا اس شعر سے ہے۔ ع

ای ساقی خضر پی کجائی
غافل ز من این قدر چرائی

صفحہ ۲۵۲ سے صفحہ ۲۵۳ تک ۲۲ اشعار پر مشتمل "در بیان صحت" کے عنوان سے ایک مثنوی ہے جس میں بیماری سے اپنی صحت یابی کا تذکرہ کرتے ہوئے خادم نے خدا کا شکر ادا کیا ہے اور بروز قیامت پیغمبر (ص) کی شفاعت کے وسیلے سے خدا سے مغفرت طلب کی ہے۔ پہلا شعر یہ ہے۔ ع

چوں صبح فروغ بخش جاں شد
روشن ز فروغ او جہاں شد

صفحہ ۲۵۳ سے صفحہ ۲۵۵ تک بعنوان '' درنصیحت فرزند ارجمند متخلص بہ مضطر'' ۲۹ اشعار پر مشتمل ایک اور مثنوی ہے جس میں خادم نے اپنے لخت جگر کو مخاطب کر کے اسے گرانقدر نصائح سے نوازا ہے۔ آغاز اس شعر سے ہے۔ ع

ای نور نظر بلند افکار
کویم دو سہ حرف یاد در دار

مثنوی مذکور میں خادم نے اپنے فرزند کو سب سے پہلے علم و ہنر سے آراستہ ہونے کی تعلیم دی ہے اور اس کے بعد اسے حرص و طمع اور شہوت رانی سے منع کیا ہے۔ نیز راہ صداقت اختیار کرنے، طلب دین اور پاکیزہ زندگی گزارنے کا نیک مشورہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ فراغت کے اوقات میں مذاق شعر گوئی سے بھی لطف اندوز ہونے کی نصیحت کی ہے جس سے انسان کی فکر میں بلندی اور پختگی آتی ہے۔ دیگر اخلاقی برائیوں مثلاً زر پرستی، تکبر، حسد، عداوت اور دوسروں پر احسان جتانے سے بھی منع کیا ہے اور خودداری اور دنیا سے بے نیازی کی اعلیٰ تعلیم دی ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۲۵۶ سے ۲۵۸ تک ۳۶ اشعار پر مشتمل ایک مثنوی ہے جس کا نام ہے '' مثنوی بہار حسن'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد مثنوی کا پہلا شعر یہ ہے۔ ع

کلکلام چو طراز داستان کرد
زین گون حکایتی بیان کرد

اس مثنوی میں خادم نے ایک ایسے دنیاوی معشوق کے حسن و ادا کی عکس کشی کی ہے جس کے دیدار کے لئے ایک خلقت امنڈ پڑتی ہے۔ ہر کوئی اس کے ناز و ادا اور حسن بلاخیز میں گرفتار ہے لیکن خادم اس ضعیف کو اجاگر کرنا چاہتا ہے کہ دنیا جس حسن و عشق پر نثار ہے وہ مجازی ہے۔ یہ حسن مستعار، فانی اور بے رنگ ہے۔ یہ حسن پر فریب ہے لہٰذا اس پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے۔ وہ اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار ان شعروں میں کرتا ہے۔ ع

خادمؔ تن زن ازین فسانہ — زین بحر در آں دور کرانہ
تا چند حدیث عشق خوانی — تا چند زعشق نکتہ زنہار
بر حسن بتان ماہ رخسار — زنہار مخور فریب زنہار
این حسن بتان کہ چون بہار است — رہ بنگر کہ مستعار است
بر حسن مجاز ہاں نہ دلبند — شو از بدِ بہر دل بپیوند
صد فتنہ بد بہر بین کہ پیداست — صد آفت وصد بلا ہویدا است
زینجا کہ مقیم جاں نہ جسم است — بگریز کہ خانہ طلسم است

خادم نے دراصل دنیاوی معشوقوں کے استعارے سے انسان کو دنیا پرستی سے باز رہنے کی تعلیم دی ہے جو اصل جائے فتنہ ہے اور جس محبت میں گرفتار ہوکر انسان سو آفتوں اور بلاؤں کو نہ صرف یہ کہ دعوت دیتا ہے بلکہ اپنا متاع ایمان بھی کھو بیٹھتا ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۲۵۹ سے ۲۶۱ تک ۳۳ اشعار پر مشتمل بعنوان ''مثنوی در صفت چای۔'' ایک مثنوی ہے جس میں چائے کی صفت، اس کی خوبی اور کیفیت۔ اس کے رنگ و بو اور خصوصیات کا تذکرہ بڑے ہی دلکش اور لطیف پیرائے میں کیا ہے تاکہ چائے سے بیزار لوگ بھی اس سے رغبت کرنے لگیں۔ اسی مثنوی سے متصل ۱۹ اشعار پر مشتمل ایک ''ساقی نامہ'' ہے جس میں خادم نے ساقی سے چای چای کی رٹ لگا دی ہے۔ وہ بجائے جام وِنیا کے چائے کا عاشق ہے اور اس کی زندگی چائے سے وابستہ ہے جس کے بغیر ایک لمحہ اسے قرار نہیں۔ چند اشعار سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ ملاحظہ ہو۔ ع

ساقیا چای را شتاب بدہ — گر بناشد تو گرم آب بدہ
العطش العطش صدای زماست — ساغر چای ہم کجاست کجاست
صبر و تسکین بہ ہیچ صورت نیست — ساغر و جام را ضرورت نیست
تا بکے سغر می دعی ہر بار — کیتلی را بکام من بسیار

ساقی آن آب زندگانی کو مایۂ عیش صد جوانی کو
بسکندر کہ رفت در ظلمات گو بیا و نبوش آب حیات

خادم نے ۲۶۳ صفحہ سے ۲۷۰ صفحات پر محیط ۱۷۵ چھوٹے چھوٹے فارسی جملوں پر مشتمل ایک رسالہ بعنوان ''این سخن با دوستان'' تحریر کیا ہے جو اسی دیوان میں شامل ہے اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر جملے سے ۱۲۹۵ کی عدد برآمد ہوتی ہے۔ جو دراصل اس ہجری سال سے منسوب ہے جس میں رسالہ مذکورہ ترتیب دیا گیا ہے اس سے خادم کے فن تحریر اور زبان وبیان پر اس کی کامل دستگاہ کا اظہار ہوتا ہے۔ خادم خود رقم طراز ہے۔

درسینہ یک ہزار ودوصد ونود وپنج کلماتیکہ بادوستان وشاگردان بطریق نصائح تاریخ آن سال بسلک تحریر کشیدہ رسالہ ہذا ترتیب دادم بر ناظرین واضح باد۔'' ص۔ ۲۶۳

صفحہ ۲۷۱ پر کسی دوست عزیز کے نام ایک فارسی خط ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک لفظ بھی عربی زبان کا مستعمل نہیں ہے اسلئے اس خط کا عنوان یہ ہے'' رقعۂ ہذا بلا استعمال الفاظ عربیہ'' اس میں خط نہ لکھنے کا دوست سے گلہ کیا گیا ہے اور نامہ نگاری کو پائیدار اور دوستی کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد'' رقعہ ہذا بلا نقطہ'' کے عنوان سے صفحہ ۲۷۲ پر ۷ سطروں پر مشتمل ایک خط ہے جس میں بے نقطہ حروف مستعمل ہیں یہ خط اساڑھ ماہ کی ۲ تاریخ کو تحریر کیا گیا ہے اور اسی ماہ کی ۳ تاریخ کو غیر منقوط حروف پر مشتمل ایک اور خط ہے۔ پہلے خط میں محمد اکرم اور محمد اطہر مخاطب ہیں اور دوسرے خط میں مکتوب الیہ کا پتہ نہیں۔ تیسرا خط ۲۷۳ صفحہ پر درج ہے جو ساڑھے ۳ سطروں پر مشتمل ہے اس میں نقطے دار حروف ہیں اور شیخ نبی بخش اس کے مخاطب ہیں۔ اسی صفحہ پر ''رقعہ ہذا موصل'' کے عنوان سے تین اشعار پر مشتمل ایک خط ہے جس میں حکیم فیض علی اور علی بخش کا ذکر ہے۔ ایک خط ۲۷۴ صفحہ پر درج ہے جو اس عنوان سے ہے۔'' رقعہ بصنعت مفرد'' صفحہ ۲۷۵ پر دیوان کے تعلق سے فارسی زبان میں ایک تقریظ ہے جس کو مولوی اشرف الدین احمد صاحب المخاطب الدولہ بہادر نے نہایت

فصیح وبلیغ زبان میں تحریر فرمایا ہے اس کے بعد چند سطریں خدا کی حمد پر رقم کی گئی ہیں بعد ازاں حضرت رسول اکرم (ص) اور ان کی آل پر درود وسلام اور تعریف وتوصیف کے کلمات ہیں۔ اس کے بعد صاحب دیوان کا تعارف کرایا گیا ہے۔ پھر" کمال شودا شعار" کے عنوان سے ۱۱ اشعار پر مشتمل مزید ایک تقریظ ہے جو خادم کی پاکیزہ اور بلند پایہ شاعری اس کے زبان وبیان پر دلالت کرتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہو۔ ع

معین شاعر فرخندہ بنیاد سخندان و سخن را کامل استاد

بطبع آوردہ دیوان معلا کہ باشد رشک گفتارش مسیحا

مئی خوشرنگ مینائے فصاحت عروس تجلہ آرائی براعت

فروغ دیدۂ اہل کمال است بمضمون لالی پر وصالی است

خدایا این دبیر بردوانی کہ دارد در سخن نام ونشانی

بمید ون شاہ اقلیم ہنر باد بہ تخت فہم ودانش جلوہ گر باد

بود نقد سخن تاج رواجی بکس ہر گز مبادا احتیاجی

بماند این کلامش تاقیامت بحق حضرت ختم رسالت

عجب دیوان اندر روزگاست برای اشرف الدین یادرگاست

چہ دیولیکہ مصباح یقین است نظافت بخش چون ماہ معین است

سن تاریخ طبعش این چنان باد کہ خادم نزد اشرف ارمغان داد

اس کے بعد اس تقریظ کو اس عبارت پر ختم کیا گیا ہے۔"خلاصہ کلام تقریظ در اختتام این است کہ دیوان بلاغت نوامان حضرت خادم اندرین دوران بس غنیمت است حقتعالی مواقع مصنف بداریں بخیر گرداناد فقط۔" (ص ۲۷۹) اس کے بعد صفحہ ۲۷۹ پر بلند فکر شاعر مولوی الطاف حسین متخلص بسحر المعروف مولوی دھوسن باڑھوی کی طرف سے دیوان خادم سے متعلق ایک تقریظ ہے۔ مولوی صاحب نے سب سے پہلے خادم کا تعارف کرایا ہے۔ اس

کے بعد ۱۸ اشعار پر مشتمل ایک منظوم تقریظ ہے جس میں خادم کو انھوں نے شعروادب کی دنیا میں انفرادی مقام عطا کیا ہے اور اسے عرفی وغیرہ کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ اس کے بعد اس کے دیوان کی فصاحت و بلاغت اور روانی بیان کا ذکر ہے اور اس کی نکتہ سنجی کی داد دیتے ہوئے اسے بے مثال ادیب قرار دیا گیا ہے اس کے بعد اس کے اخلاق و کردار اور نیک خصائل کا تذکرہ ہے اس کے بعد خادم سے متعلق یہ قابل رشک عبارت ہے۔

''کس چہ داند کہ این گنج گرانمایہ رشک مخزن اسرار وغیرت مطلع انوار چہار پایہ بلند دارد مرتبۂ ارجمند پس کرلیا را کہ بوصف این کتاب مستطاب لب تقریر کشاید'' اس کے بعد چھ اشعار پر مشتمل ایک غزل ہے جس کے صرف مقطع درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ع

بہار بردوان ہمچوں مصلا ای سحر بنگر
کہ مثل بلبل شیراز از آن جا آشیاں دارد

مذکورہ غزل میں دیوان خادم کو گلستان اور بوستان سے مماثلت دیکر دیوان کو جہاں خاص اہمیت دی گئی ہے وہیں شاعر کے مقام ومرتبہ کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دیوان سے متعلق مزید تعریفی وتوصیفی اشعار، ایک تاریخی قطعہ بعنوان ''مشرف گردد قطعہ تاریخ'' پھر چند تاریخی اشعار اور اخیر میں نو اشعار پر مشتمل دعائیہ کلمات ہیں۔ (ص۔ ۲۸۰۔ ۲۸۵)

اس کے بعد صفحہ ۲۸۶ سے ۲۸۸ تک دیوان کی تعریف وتوصیف میں کلمات گرانبہا کے دریا بہادیے گئے ہیں۔ چند ابتدائی سطور ملاحظہ ہوں۔

''شیرازہ بندی مجموعہ سخن بحمد خداوند مؤلف دیوان وجود کاتب سرد فتر شہود است کہ صفحۂ افلاک را بیانات بروج ونثر انجم آراستہ وقطعۂ زمین را فرادمردم پیراستہ ولفظہا راعرض جو ہر معنی ساختہ وشاہد سخن را بہیر ہنت وسمۂ تشبیہات وسپیدات وزرک استعارات وغازیہ کنایات وسرۂ اشارت وخائی بندش وگلگونۂ رنگین آراستہ بہیر چار بالش فصاحت وبلاغت ومتانت وسلامت نشانیدہ... الخ (ص، ۲۸۶)

اس کے بعد چند سطور خدا کی حمد وثنا اور پیغمبر (ص) کی نعت مبارک کی نذر ہیں اور بعد از اں دیوان اور صاحب دیوان سے متعلق قیمتی آراء کا یوں اظہار کیا گیا ہے۔

”اما بعد بر ضمائر دیران دقیقہ رس وروشن ضمیران صبح نفس مخفی ومحتجب نماند کہ این دیوان است نگارین وکتابی است بہارین کہ ہر شعرش از مضامین شیرین علاوت آگین وہر سطرش از معانی رنگین طراوت قرین ہر صفحہ اش چمن است از بوستان نضارت وہر ورقش گلشن است از گلستان لطافت وہر نقطہ اش خال عارض مہوشان وہر مصرعہ اش بیت ابروی معشوقان از تصانیف شاعر خوش بیان فصیح اللسان شکرین مقال نازک خیالی گلدستہ ریاض سخندان.... وحید العصر فرید الدہر رشک فردوسی وخاقانی غیرت وہ انوری وعسجدی ..... صاحب فہم وذکا منشی دفتر فصاحت دبیر نسخۂ بلاغت جناب منشی محمدی صاحب خوشنویس تخلص خادم بردوانی دام فیضہٗ .... الخ“ (ص ۲۸۶۔ ۲۸۸)

مذکورہ عبارت میں دیوان خادم اور اس کے کلام سے متعلق جن گرانقدر خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور خادم سے متعلق بھی جو توصیفی کلمات ادا کئے گئے ہیں اس سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ واقعی خادم عرفیؔ، خاقانیؔ، فردوسیؔ۔ انوریؔ اور عسجدیؔ جیسے ارباب فارسی ادب کے حلقے میں شمار کئے جانے کے قابل ہے اور اس کا دیوان بھی گلستان، بوستان اور شاہنامہ جیسی ادبی معرکتہ الاراء اور معروف زمانہ تصانیف میں فہرست کئے جانے کے قابل ہے۔

کتابیات:

۱۔ حسن انوشہ: دانشنامۂ ادب فارسی، جلد چہارم ص، ۱۰۳۲ تہران، ۱۳۷۵ شمسی

۲۔ مولانا معصومی: ”غالب اور منشی محمدی خادم بردوانی“ برہان، مارچ ۱۹۷۹

۳۔ دیوان خادم بردوانی مع مقدمہ، مطبع قادریہ بہو تلہ گلی ۱۶۔ کلکتہ، ۱۳۰۲ھ

☆☆☆☆☆

۱۔ حسن انوشہ: دانشنامۂ ادب فارسی، جلد چہارم ص ۱۰۳۲، تہران ۱۳۷۵ شمس مولانا معصومی:

''غالب اور منشی محمدی خادم بدروانی'' برہان دہلی ، مارچ ۱۹۷۹ء ص ۱۷۲۔۱۷۸

۲۔ مقدمہ دیوان خادم، ص ۵

۳۔ دیوان خادم، ص ۲۸۸

۴۔ مقدمہ دیوان خادم، ص ۳

۵۔ ایضاً

۶۔ مقدمہ دیوان خادم، ص ۸

۷۔ دیوان خادم، ص ۳

۸۔ دیوان، ص ۳۔۴

۹۔ ایضاً، ص ۵۔۸

۱۰۔ دیوان، ص، ۸۔۱۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۱۔۱۲

۱۲۔ مولانا معصومی، ص ۱۷۵